**OPEN ACCESS:** Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com



# مزاج نبوی ﷺ کا تیسیری پہلو اور عصر حاضر میں اس سے استفادہ (سیرت طیبہ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ)

# The aspect of ease in the life of Holy Prophet (SAW) and its application on modern times (A Research study in the light of Seerat e Tayyaba)

Dr. Syed Mujeeb Ur Rehman
Lecturer Department of Seerat Studies, Faculty of Islamic studies & Arabic, Allama Iqbal Open University Islamabad.
Email: syed.mujeeb@aiou.edu.pk
ORCHID ID: https//orcid.org/0000-0001-8448-2980

Received on: 03-07-2024 Accepted on: 06-08-2024

**Abstract**

Man performs various matters of daily life under the influence of his feelings and emotions. Some people have hardness in their temperament. This hardness is reflected in their every work. Rasool Ullah (SAW) is sent as Rahmah for humanity. Creating easiness(yusr) for others is a dominant factor in his personality . Therefore, he created easiness for the Ummah at every point of life, including making laws, explaining Hukm e Shar'i and deciding between people. There is an element of harshness in the mood of people nowadays, due to which they cause hardship to others in various matters of life. Teachers, religious scholars and leaders have an important role in the construction and destruction of the society. If these important sections of society develop aspect of easiness in their temprament, there will be positive effects on the society. This article has been written to highlight the aspect of easiness in the life of the Holy Prophet(SAW). It explains that this aspect was dominant in every phase of the Prophet's life. It also points out the practical ways that can be followed to make things easier for others in the present era.

**Keywords:** Easiness, Seerat e tayyaba, law, yusr tayseer

انسان معاشرتی حیوان ہے۔ یہ دوسروں کے ساتھ مل کر زندگی گزارتا ہے۔ تنہا زندگی گزارنا انسان کے لئے ممکن نہیں۔ دوسروں کے ساتھ مل کر زندگی گزارنے کے لئے انسان میں کچھ بنیادی اوصاف کا ہونا لازم ہے۔ ان اوصاف میں ایک اہم صفت دوسروں کے لئے آسانی پیدا کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ کے مزاج اقدس میں تیسیری پہلو تھا۔ مزاج نبوی کا تیسیری پہلو حیات طیبہ کے کن مراحل میں کارفرما رہا نیز عصر حاضر میں مزاج نبوی کے اس پہلو سے استفادے کی صورتیں کیا ہیں اور اس استفادہ کی اہمیت کیا ہے؟ ان سوالات کا حل تلاش کرنے کے لئے یہ مقالہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

علم نفسیات کی رو سے مزاج ایسے انسانی تاثر کو کہا جاتا ہے جو انسان کی پوری شخصیت میں سرایت کرتا ہے۔ انسان کی سوچ اور اس کا رویہ مزاج

سے براہ راست متاثر ہوتا ہے۔یہ انسان کا وہ مستقل رویہ ہوتا ہے جو کسی بھی طرح کا رد عمل دیتے ہوئے بغیر سوچے سمجھے وجود میں آتا ہے۔انگریزی میں مزاج کوTemprament ٹمپرامنٹ کہا جاتا ہے۔نبی کریم ﷺ کے مزاج اقدس میں تیسیری پہلو نمایاں تھا۔آپ ﷺ کو اللہ نے رحمۃ للعالمین بنایا تھا۔قرآن کریم میں آپ ﷺ کے بارے میں گواہی دی گئی کہ آپ ﷺ مومنین کے لئے روف ورحیم ہیں۔اللہ نے آپ ﷺ میں نرمی کی صفت رکھی تھی۔ان تمام اوصاف کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ کے مزاج اقدس میں دوسروں کے لئے آسانی پیدا کرنے کا پہلو غالب تھا۔یہ صفت معاشرے کو باہم جوڑ کر رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔دور حاضر میں جبکہ مسلمانوں کے معاشرے میں بالعموم اور ہمارے ماحول میں بالخصوص اتحاد نہیں ہے،اس صفت کو اپنانے کی اہمیت زیادہ ہے۔ذیل میں رسول اللہ ﷺ کے مزاج مبارک کے تیسیری پہلو کی وضاحت کی جارہی ہے نیز عصر حاضر میں اس سے استفادے کی عملی صورتیں بھی زیر بحث لائی جائیں گی۔

## تیسیر کا مفہوم:

تیسیر آسانی کو کہا جاتا ہے۔قرآن کریم اور احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ (البقرة:۱۸۵)

اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے

نبی کریم ﷺ نے یمن بھیجتے وقت حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت فرمائی:

يسرا ولا تعسرا[1]

تم دونوں آسانی لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا،ان کو مشکل میں مبتلا نہ کرنا۔

## مزاج نبوی کا تیسیری پہلو:

نبی کریم ﷺ کے مزاج اقدس کے مختلف پہلوؤں میں تیسیری رجحان کی وضاحت ذیل میں کی جارہی ہے:

### ا۔ تشریع میں یسر کا پہلو:

نبی کریم ﷺ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے ہمہ جہت صفات رکھی ہیں۔ان میں سے ایک پہلو آپ ﷺ کا شارع و مقنن یعنی قانون ساز ہونا ہے۔آپ ﷺ نے مختلف چیزوں کو حلال یا حرام قرار دیا۔ارشاد ربانی ہے:

وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ(الاعراف:۱۵۷)

اور(پیغمبر)ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیود اتارتے ہیں جو ان پر تھیں۔

ارشاد نبوی ہے:

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ

لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ[2]."

مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سنو، مجھے کتاب (قرآن) دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اسی کے مثل ایک اور چیز بھی (یعنی سنت)، قریب ہے کہ ایک آسودہ آدمی اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے کہے: اس قرآن کو لازم پکڑو، جو کچھ تم اس میں حلال پاؤ اسی کو حلال سمجھو، اور جو اس میں حرام پاؤ، اسی کو حرام سمجھو، سنو! تمہارے لیے پالتو گدھے کا گوشت حلال نہیں، اور نہ کسی نوکیلے دانت والے درندے کا، اور نہ تمہارے لیے کسی ذمی کی پڑی ہوئی چیز حلال ہے سوائے اس کے کہ اس کا مالک اس سے دستبردار ہو جائے، اور اگر کوئی کسی قوم میں قیام کرے تو ان پر اس کی ضیافت لازم ہے، اور اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو اسے حق ہے کہ وہ ان سے مہمانی کے بقدر لے لے۔

درج بالا نصوص کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو تشریع کا منصب حاصل تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تشریع کے معاملے میں یُسر کے پہلو کو پیش نظر رکھتے تھے۔ درج ذیل روایات ملاحظہ ہوں:

۱-عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلاَةٍ-[3]

اگر مجھے مؤمنین پر اور ایک روایت کے مطابق اپنی امت پر تنگی کا خطرہ نہ ہوتا۔ تو ہر نماز کے وقت مسواک کو لازم قرار دیتا۔

یہی درج بالا روایت ایک اور مقام پر "عند کل وضو" کے الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے۔[4]

ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم لوگوں پر گراں گزرنا تھا، امت کی آسانی کی خاطر نبی کریم ﷺ نے نماز اور وضو میں مسواک کو لازم قرار دینے سے اجتناب فرمایا۔ اسی نوعیت کی روایت جہاد کے بارے میں بھی ملتی ہے۔ کہ امت کی آسانی کی خاطر آپ ﷺ نے ہر جنگی مہم میں بنفس نفیس جانے سے گریز فرمایا۔

۲-وَلَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ[5]

اگر مجھے اپنی امت پر تنگی کا احساس نہ ہوتا تو کسی مہم سے پیچھے نہ رہتا

۳-عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ رَجُلًا، نَزَلَ الْحَرَّةَ وَمَعَهُ أَهْلُهُ وَوَلَدُهُ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ نَاقَةً لِي ضَلَّتْ فَإِنْ وَجَدْتَهَا فَأَمْسِكْهَا فَوَجَدَهَا، فَلَمْ يَجِدْ صَاحِبَهَا فَمَرِضَتْ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: انْحَرْهَا فَأَبَى فَنَفَقَتْ فَقَالَتْ: اسْلُخْهَا حَتَّى نُقَدِّدَ شَحْمَهَا، وَلَحْمَهَا، وَنَأْكُلَهُ، فَقَالَ: حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ «هَلْ عِنْدَكَ غِنًى يُغْنِيكَ؟»، قَالَ: لَا قَالَ: «فَكُلُوهَا» قَالَ: فَجَاءَ صَاحِبُهَا فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ: هَلَّا كُنْتَ نَحَرْتَهَا قَالَ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْكَ[6]

جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے اہل وعیال کے ساتھ حرہ میں آیا اس سے ایک آدمی کہنے لگا میری ایک اونٹنی گم ہو گئی ہے اگر تم اسے کہیں پاؤ تو اپنے پاس روک لینا، پس اس نے اونٹنی پالی لیکن اس کا مالک نہیں ملا۔ اس اثناء میں وہ اونٹنی بیمار ہو گئی تو اس کی بیوی نے کہا کہ اسے ذبح کر ڈالو۔ اس نے

انکار کر دیا حتی کہ وہ اونٹنی مر گئی پھر اس کی بیوی نے کہا کہ اس کی کھال اتار و تاکہ اندر سے اس کی چربی اور اس کے گوشت کو نکال کر ہم خشک کر لیں اور اسے کھائیں وہ کہنے لگا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال نہ کر لوں (اس وقت تک ایسا نہیں کروں گا)۔ پس وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی ایسی مستغنی کرنے والی چیز ہے جو تمہیں اس سے مستغنی کر دے، اس نے کہا کہ نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پس اسے کھالو، راوی کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں اونٹنی کا مالک آگیا تو اس سے سارا قصہ بیان کیا وہ کہنے لگا کہ تم نے اسے ذبح کیوں نہیں کیا وہ کہنے لگا کہ میں نے آپ سے شرم کی وجہ سے اسے ذبح نہیں کیا۔

یہ خاندان غذائی قلت کی وجہ سے حالتِ اضطرار میں تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی مشکلات کے پیش نظر ان کو مردار کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۴-عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرَ بْنَ العَوَّامِ، شَكَيَا القَمْلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ لَهُمَا، فَرَخَّصَ لَهُمَا فِي قُمُصِ الحَرِيرِ، قَالَ: وَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا[7]

حضرت انس سے روایت ہے کہ عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام نے ایک جنگ کے دوران رسول اللہ ﷺ سے جوئیں پڑنے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی، حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے ان دونوں کو یہ کرتے پہنے ہوئے دیکھا ہے

۵-عَنْ عَرْفَجَةَ بْنِ أَسْعَدَ قَالَ: أُصِيبَ أَنْفِي يَوْمَ الكُلَابِ فِي الجَاهِلِيَّةِ، فَاتَّخَذْتُ أَنْفًا مِنْ وَرِقٍ، فَأَنْتَنَ عَلَيَّ فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَّخِذَ أَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ[8]

حضرت عرفجہ بن اسعد سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کلاب کی جنگ کے موقع پر میری ناک کٹ گئی میں نے چاندی کی ناک بنوائی لیکن اس میں بدبو آنے لگی تو نبی کریم ﷺ نے مجھے سونے کی ناک بنانے کا حکم دیا۔

درج بالا دونوں روایات میں صحابہ کرام کی مشقت کے پیش نظر آپ ﷺ نے ان کے لئے شرعی حکم میں تخفیف فرمائی۔

۶-عَنْ أَبِي البَدَّاحِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلرِّعَاءِ: أَنْ يَرْمُوا يَوْمًا، وَيَدَعُوا يَوْمًا[9]

ابوالبداح بن عدی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے چرواہوں کو ایک دن کنکریاں مارنے اور ایک دن چھوڑنے کی رخصت دی۔

حجاج کے لئے منیٰ میں رات گزارنا امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک سنت موکدہ ہے، اور امام مالک اور شافعی کے ہاں واجب ہے، اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے چرواہوں کو ان کے عذر کی وجہ سے دو مواقع میں رخصت دی، منیٰ میں رات گزارنے کی اور رمی کو وقتِ مسنون سے موخر کرنے کی۔[10]

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کہ ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے معاملہ دریافت فرمایا تو وہ عرض کرنے لگا کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہوں۔ آپ ﷺ

نے فرمایا: کیا تمہارے پاس آزاد کرنے کے لیے غلام ہے؟ اُس نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کیا تم دو ماہ مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ تو آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے۔ کچھ ہی دیر میں آپ ﷺ کی خدمت میں ایک عرق پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں، عرق ایک پیمانہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سائل کہاں ہے؟ وہ عرض گزار ہوا: میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں لے جا کر خیرات کر دو (یہ تمہارا کفارہ ہے)۔ وہ کہنے لگا: یا رسول اللہ! کیا اپنے سے (بھی) زیادہ غریب پر؟ خدا کی قسم! اِن دونوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان (یعنی مدینہ منورہ کی وادی میں) کوئی گھر ایسا نہیں جو میرے گھر سے زیادہ غریب ہو۔ اِس پر آپ ﷺ مسکرا دیئے یہاں تک کہ پچھلے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو (تمہارا کفارہ ادا ہو جائے گا)۔[11]

امام ابو داؤد نے اس روایت کے ذیل میں امام زہری کی نسبت سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ یہ رخصت (آپ ﷺ کی طرف سے) اس آدمی کے لئے خاص تھی، آج اگر کوئی آدمی اس طرح روزہ توڑ بیٹھے، تو اُس کے لئے کفارہ ادا کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہو گا[12]۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ شرعی احکام لاگو کرتے وقت لوگوں کی آسانی کو پیش نظر رکھتے تھے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ ان روایات کی بنیاد پر فقہاء نے حالت اضطرار کے احکام بیان فرمائے ہیں، اصولیین نے انہی کی بنیاد پر ضرورت وحاجت کی اصطلاحات وضع کرتے ہوئے ان کے درمیان فرق کیا ہے۔ یہ فقہی واصولی مباحث اس مقالے کا موضوع نہیں ہیں۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کے مزاج اقدس کے تیسیری پہلو کو واضح کرنا مقصود ہے۔

اسی نکتے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے وقت لوگوں کی آسانی کو پیش نظر رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ ساز کی حیثیت عطا فرمائی تھی۔ ارشاد ربانی ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا(النساء:**65**)

ترجمہ: تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا(النساء:**105**)

ترجمہ: اے محبوب بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کے تنازعات و معاملات اور ان کو درپیش مسائل میں فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور یہ فیصلہ وحی الٰہی کی روشنی میں ہوتا تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ فیصلہ کرتے وقت آپ ﷺ کے پیش نظر امت کے لئے آسانی کا پہلو رہا کرتا تھا۔ اس نکتے کی وضاحت کے لئے درج ذیل روایت ملاحظہ ہو:

حضرت نعیم بن ہزال رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک یتیم ہونے کے باعث میرے والد ماجد کے زیر تربیت تھے۔ وہ

اپنے قبیلے کی ایک لڑکی سے بدکاری کر بیٹھے۔ میرے والد ماجد نے اُن سے کہا: تم نے جو کچھ کیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر دو، شاید رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ سے یہ گناہ ہو گیا ہے، آپ اللہ کا حکم مجھ پر نافذ فرمائیے۔ آپ ﷺ نے اُن سے منہ پھیر لیا۔ اُنہوں نے دوبارہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا کہ مجھے سزا نافذ کر کے پاک کر دیجئے۔ چار مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ وہ اعتراف کرتے اور نبی کریم ﷺ اعراض فرماتے۔ چار مرتبہ کے اعتراف کے بعد آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کام کس سے کیا ہے؟ عرض کیا: فلاں عورت سے۔ فرمایا: کیا تم اُس کے ساتھ لیٹے تھے؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: مباشرت کی تھی؟ انہوں نے اعتراف کیا۔ فرمایا: کیا اُس سے جماع کیا تھا؟ عرض کیا: ہاں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اُنہیں سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ ان کو حرہ کی جانب لے جایا گیا۔ جب پتھر مارے گئے تو پتھر لگنے کی وجہ سے وہ گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اُنہیں پکڑ لیا، دیگر لوگ پکڑنے میں ناکام ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے اُونٹ کی ایک ہڈی ماری جس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اُسے چھوڑ کیوں نہ دیا، شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرمالیتا۔[13]

اس روایت میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماعز کے اقرار کے بعد اعراض فرمایا۔ چار مرتبہ جب انہوں نے اقرار کیا تو آپ ﷺ نے ان سے کچھ سوالات فرمائے، ان سوالات کے پس پشت یہی تیسیری مزاج اقدس کار فرما تھا کہ شاید سزا کے نفاذ سے بچنے کا کوئی راستہ نکل آئے۔ پھر سزا کے نفاذ کے بعد جب آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ سزا کے عمل کے دوران گھبرا گئے تھے تو نبی کریم ﷺ نے ان کو پکڑنے والوں سے فرمایا کہ تم نے ان کو چھوڑ دیا ہوتا۔ اس ارشاد میں جہاں سیدنا ماعز کے لئے شفقت و تیسیری پہلو ہے، وہاں مستقبل کے قاضیوں کے لئے بھی اسوہ ہے۔

دوران تحکیم و قضا آپ ﷺ کا اپنا طرز عمل تیسیر پر مشتمل تھا۔ چور کو سزا سے بچانے کے لئے تلقین کرنا بھی ثابت ہے۔ ایک مرتبہ ایک چور لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میرا نہیں خیال کہ تم نے چوری کی ہو گی۔ دو تین مرتبہ آپ ﷺ نے اس کو یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ اس کے باوجود وہ چوری کا اعتراف کرتا رہا تو اس پر سزا نافذ فرمائی۔ اس روایت پر امام ابن ماجہ نے تلقین السارق کا عنوان قائم کیا ہے[14]۔ مطلب یہ ہے کہ حد قائم کرنے سے پہلے چور کو ایسی بات کی تلقین کی جائے جس سے وہ سزا سے بچ سکے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ ایک باندی لائی گئی جس نے چوری کی تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے چوری کی ہے؟ ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ کہو نہیں۔ یعنی چوری کا انکار کرو۔ یہی طریقہ کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے[15]۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوران تحکیم و قضا نبی کریم ﷺ تیسیر سے کام لیتے تھے۔ یہی آپ ﷺ کے خلفاء کا بھی طرز عمل تھا۔ دوسروں کو بھی آپ ﷺ یہی ارشاد فرمایا کرتے تھے، چنانچہ سیدنا معاذ اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری کو یمن بھیجتے وقت آپ ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی:

يسرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفرا، وتطاوعا ولا تختلفا[16]

(لوگوں کے لیے) آسانی پیدا کرنا، انہیں سختیوں میں مبتلا نہ کرنا، ان کو خوش رکھنا، نفرت نہ دلانا، اور تم دونوں آپس میں اتفاق رکھنا، اختلاف نہ پیدا کرنا۔

دین اسلام میں عبادات کی دو بنیادی اقسام ہیں۔ایک قسم کی عبادات کا تعلق جسمانی توانائی سے ہے۔جو شخص جسمانی طاقت اور حوصلہ رکھتا ہے وہ ان عبادات میں آگے بڑھ سکتا ہے جیسے نماز اور روزہ۔دوسری قسم کی عبادات کا تعلق مال سے ہے۔مالی فراوانی رکھنے والا شخص ان عبادات پر قدرت رکھتا ہے جیسے صدقہ خیرات وغیرہ۔صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا اجر بہت ہے۔غریب آدمی کو صدقہ دینے کی وسعت دینے کے لئے نبی کریم ﷺ نے صدقہ کا وسیع مفہوم بیان فرمایا۔درج ذیل روایت ملاحظہ کیجئے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَإِنَّ مِنَ المَعْرُوفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ، وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ أَخِيكَ [17]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ ہر بھلائی صدقہ ہے اور بھلائی یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے خوش مزاجی کے ساتھ ملو اور اپنے ڈول سے اس کے ڈول میں پانی ڈال دو۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اپنے بھائی کے سامنے تمہارا مسکرانا تمہارے لیے صدقہ ہے، تمہارا بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے، بھٹک جانے والی جگہ میں کسی آدمی کو تمہارا راستہ دکھانا تمہارے لیے صدقہ ہے، نابینا اور کم دیکھنے والے آدمی کو راستہ دکھانا تمہارے لیے صدقہ ہے، پتھر، کانٹا اور ہڈی کو راستے سے ہٹانا تمہارے لیے صدقہ ہے، اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں تمہارا پانی ڈالنا تمہارے لیے صدقہ ہے۔ [18].

ان روایات میں صدقہ کا وسیع مفہوم بیان کیا گیا ہے۔کسی کو راستہ دکھانا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا غرض ہر قسم کی بھلائی کو صدقہ قرار دیا گیا ہے۔یہ مزاج نبوی کے تیسیری پہلو کی بڑی واضح مثال ہے کہ غریب انسان کے لئے آسانی پیدا کرتے ہوئے اس کو بھی صدقہ کا اجر حاصل کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔

**۲۔اعمال میں یُسر کا پہلو:**

نبی کریم ﷺ کے عمل میں امت کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔آپ ﷺ ایسے اعمال کو پسند فرماتے جن میں امت کے لئے آسانی کا پہلو ہوتا۔درج ذیل روایات ملاحظہ ہوں:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَهُمْ، أَمَرَهُمْ مِنَ الأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ۔[19]

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ایسے اعمال کا حکم دیتے جو وہ (ہمیشہ) کر سکیں (عبادات شاقہ کی ترغیب کبھی ان کو نہ دیتے تھے)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَرَأَى رَجُلًا قَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ، وَقَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «مَا لَهُ؟» قَالُوا: رَجُلٌ صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تَصُومُوا فِي السَّفَرِ [20]

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک سفر میں تھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہیں اور اس پر سایہ کیا گیا ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اس آدمی کو کیا ہوا؟ لوگوں نے

عرض کیا یہ ایک آدمی ہے جس نے روزہ رکھا ہوا ہے تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ نیکی نہیں کہ تم سفر میں روزہ رکھو۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ:نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الوِصَالِ» قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: «إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى[21]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال (مسلسل روزے رکھنے) سے منع فرمایا، لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ تو مسلسل روزے رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا پلایا جاتا ہے“۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ عبادات کا خاص ذوق رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

«يَا عَبْدَ اللَّهِ، أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ، وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟»، فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «فَلاَ تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا [22]

اے عبداللہ! کیا میری یہ اطلاع صحیح ہے کہ تم (روزانہ) دن میں روزے رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، روزے بھی رکھو اور بغیر روزے بھی رہو۔ رات میں عبادت بھی کرو اور آرام بھی۔ کیونکہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاء ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَنَادَى: الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَقَدَ النِّسَاءُ وَالْوِلْدَانُ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَاءُ يَقْطُرُ مِنْ رَأْسِهِ وَهُوَ يَقُولُ: «إِنَّهُ الْوَقْتُ، لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي[23]

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ عشاء میں تاخیر فرمائی۔ تو حضرت عمر کھڑے ہوئے، اور کہا، یا رسول اللہ نماز کا وقت ہے، بچوں اور عورتوں پر غنودگی طاری ہے تو حضور ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے سر مبارک سے قطرے ٹپک رہے تھے اور فرمایا۔ اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس نماز کا وقت یہی مقرر کرتا۔

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امت کو ایسے اعمال کی تلقین فرمائی جن پر عمل کرنے میں ان کو دشواری نہ ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنے لئے آپ ﷺ نے دوسرا معیار مقرر فرمایا تھا۔ آپ ﷺ اتنا لمبا قیام فرماتے کہ قدمین شریفین پر ورم آجایا کرتا، صوم وصال بھی رکھا کرتے، لیکن امت کے لئے آپ ﷺ نے آسانی والا پہلو اختیار فرمایا۔

**۳۔ رویے میں یسر کا پہلو:**

نبی کریم ﷺ عام میل جول اور معاشرتی زندگی میں دوسروں کے لئے آسانی پیدا کرتے تھے۔ دوسروں کو عزت دینا بھی آسانی فراہم کرنے کی ایک صورت ہے۔ نبی کریم ﷺ جب کسی کے ساتھ ملاقات کرتے تو اس کی طرف پورا التفات کرتے۔ کسی کے ساتھ مصافحہ کرتے تو جب تک وہ اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا، آپ ﷺ ہاتھ پیچھے نہ کرتے اور جب تک مخاطب کسی اور جانب متوجہ نہ ہو جاتا آپ ﷺ اسی کی جانب توجہ فرماتے[24]۔ کسی کی ذاتی زندگی میں مداخلت کرنا باعث اذیت ہوتا ہے۔ آسانی اسی میں ہے کہ لوگوں کی نجی زندگی اور تخلیے میں مخل نہ ہوا

جائے۔آپ ﷺ جب کسی کے گھر جاتے تو دروازے پر دستک دے کر ایک طرف کھڑے ہو جاتے[25] تاکہ دروازہ کھلتے وقت اندر نگاہ نہ پڑے۔ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ میں کنگھا کر رہے تھے کہ ایک شخص نے اندر جھانکا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ تم اندر جھانک رہے ہو تو یہ کنگھا تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اندر آنے سے پہلے اجازت لینے کا حکم اسی لئے دیا گیا ہے تاکہ اندر نگاہ نہ پڑے[26] اور دوسرے کی خلوت متاثر نہ ہو۔

## عصر حاضر میں مزاج نبوی کے تیسیری پہلو سے استفادہ کی عملی صورتیں

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ میں تمام انسانیت کے لئے رہتی دنیا تک اسوہ حسنہ ہے۔موجودہ زمانے میں لوگوں کی طبائع میں شدت کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ایسے حالات میں مزاج نبوی کے تیسیری پہلو کو اجاگر کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی زیادہ ضرورت ہے۔ذیل میں معاشرے کے اہم طبقات کے لئے مزاج نبوی کے تیسیری پہلو کو اپنانے کی کچھ صورتوں کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔

### ۱۔استاذ کے لئے:

استاذ قوم کا معمار ہوتا ہے۔یہ نوجوانوں کے ذہنی رخ اور صلاحیتوں کی سمت کو متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔اپنے منصب کے مثبت استعمال کے لئے استاذ کو اپنے مزاج میں تیسیری پہلو پیدا کرنے پر توجہ دینا بہت ضروری ہے۔استاذ کے مزاج میں شدت طلباء کے اخلاق پر برا اثر ڈالتی ہے۔ نبی کریم ﷺ ہر وقت روک ٹوک سے اجتناب فرماتے تھے۔مزاج نبوی کے اس پہلو پر عمل کرنے سے استاذ اپنے طلباء کی اچھی تربیت کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ نصیحت اس وقت اپنا اثر کھو دیتی ہے جب اس کو ہر وقت کی روک ٹوک کی شکل میں پیش کیا جائے۔طلبہ کے لئے آسانی اس میں ہے کہ ان کو کسی کام کے کرنے یا رکنے کے بارے میں زبانی حکم دینے کے ساتھ ساتھ اس اچھے کام کے فوائد اور برے کام کے نقصانات بتائے جائیں۔تاریخ سے اس کے شواہد پیش کئے جائیں۔استاذ کا اپنا عمل اس پر سب سے بڑا شاہد ہو۔جب نصیحت کو حکم و نہی کے دائرے سے نکال کر واقعات اور عمل کے طریقے پر پیش کیا جائے تو طلبہ کے لئے اس پر عمل آسان ہو جاتا ہے۔نبی کریم ﷺ کی نصیحت و تعلیم کبھی بیانیہ اسلوب میں ہوتی، کبھی آپ ﷺ سوالیہ انداز میں پیش فرماتے، کبھی تمثیلات اور کبھی سابقہ قوم کے کسی واقعہ کو بنیاد بنا کر نصیحت فرماتے۔تدریس کے لئے ان تمام اسالیب کو بروئے کار لایا جائے تو طلبہ اس کو قبول کرنے میں آسانی محسوس کریں گے۔

### ۲۔مفتی کے لئے:

فقیہ اور مفتی کو عوام کے مسائل کا حل بتانے میں تیسیری پہلو کو مد نظر رکھنا چاہیے۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کو یمن بھیجتے وقت آسان پہلو اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی تھی۔کئی ایسے مسائل ہوتے ہیں جن کی فقہی بنیادیں ایک سے زائد بن سکتی ہیں وہاں آسان معاملے کو ترجیح دینا چاہیے۔مثلاً اگر ہندوستانی معاشرے کے کسی مفتی کے پاس ایسی نو مسلم خاتون اپنا مسئلہ لے کر آئے جو کسی ہندو کے نکاح میں ہو۔تو مفتی کے پاس دو راستے ہوں گے: ایک تو یہ کہ اس کو عام بیان ہونے والا مسئلہ بتا کر خاوند سے علیحدگی کی تلقین

کی جائے۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ مفتی یہ دیکھے کہ ہندو معاشرے میں رہنے والے مسلمانوں کے حالات کسی حد تک مکی زمانے کے مسلمانوں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ یہاں وہ مکی عہد سے راہنمائی لے اور ہندو معاشرے میں رہنے والی خاتون کو مکی عہد پر عمل پیرا ہونے کو کہے کہ فی الحال اپنے خاوند کے ساتھ رہ کر اپنے خاندان کو حکمت و مصلحت کے ساتھ اسلام کی دعوت دیتی رہو۔ اسی طرح حرمت مصاہرت کے مسئلے میں فقہاء کا بنیادی نوعیت کا اختلاف ہے۔ یہاں بھی اگر کوئی مسلمان اس طرح کی خرابی کا شکار ہو جائے اور اس کے گھریلو حالات بھی غیر معمولی ہوں، تو اسکے حالات کے پیش نظر دیگر فقہاء کے نکتہ نظر پر عمل کرتے ہوئے اس کو آسانی پر مشتمل حکم بتایا جاسکتا ہے۔

موجودہ زمانے میں ارباب فتویٰ کے مزاج پر احتیاط کا غلبہ ہے۔ مسئلہ بتاتے ہوئے وہ احتیاط کے پہلو کو ترجیح دیتے ہیں، جس کی وجہ سے بسا اوقات عام لوگوں کے لئے مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ لوگوں کے شرعی معاملات میں احتیاط کے پہلو پر حد سے زیادہ عمل پیرا ہونے کا رجحان امت میں بتدریج آیا ہے۔ ہشام بن عبدالملک نے اپنے زمانہ خلافت میں حج کی قیادت اپنے خالو ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل مخزومی کو عطا کی تھی۔ ابراہیم نے خواتین کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے روکا تو عطا نے اس پر نکیر کی اور فرمایا کہ ازواج مطہرات عام لوگوں کے ہمراہ طواف کیا کرتی تھیں[27]۔ ابراہیم بن ہشام کا یہ طرز عمل احتیاط کے غلبے کی بناء پر تھا۔ یہی مزاج اب موجودہ زمانے کے مفتیانِ کرام میں غلو کی حد تک رواج پا چکا ہے۔ اس لئے احتیاط کی بجائے تیسیری مزاج کے زیر اثر فتویٰ دینا چاہئے۔

**۳۔ خطیب کے لئے:**

خطیب معاشرے کی تعمیر یا تخریب میں اہم کردار کرتا ہے۔ خطیب کو لوگوں کی آسانی مد نظر رکھتے ہوئے ایسی گفتگو کرنی چاہئے جس کا تعلق ان کے عقیدے یا عمل کی اصلاح سے ہو نیز ایسے پیرائے میں بات کی جائے جو لوگوں کو سمجھ آسکے۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیم ہے کہ لوگوں کی شعوری سطح کو دیکھ کر ان سے بات کرنی چاہئے۔ ایک مرتبہ حضرت معاذ کو مخاطب کر کے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی صدق دل سے توحید و رسالت کی گواہی دے تو جہنم کی آگ اس پر حرام ہو جائے گی۔ حضرت معاذ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ لوگ اسی پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں گے[28]۔ امام بخاری نے یہ روایت نقل کر کے اس پر باب ہی یہ باندھا ہے: بَابُ مَنْ خَصَّ بِالعِلْمِ قَوْمًا دُونَ قَوْمٍ، كَرَاهِيَةَ أَنْ لاَ يَفْهَمُوا۔ اس کے ذیل میں بطور تعلیق کے سیدنا علی کا یہ اثر نقل کیا ہے

حَدِّثُوا النَّاسَ، بِمَا يَعْرِفُونَ أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ، اللَّهُ وَرَسُولُهُ[29]

لوگوں سے وہی بات کرو جس کو وہ جانتے ہوں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو جھٹلایا جائے؟

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا اثر نقل کیا ہے:

مَا أَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيثًا لَا تَبْلُغُهُ عُقُولُهُمْ، إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً

تم جب بھی لوگوں سے ایسی بات کرو گے جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہو، تو یہ ان میں سے بعض کے لئے فتنہ کا سبب بنے گا۔

اس کا حاصل یہی ہے کہ عام لوگوں کے سامنے ایسی اجنبی گفتگو نہ کی جائے جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہو، ایسی بات کا وہ انکار کریں گے یا اس کو غلط سمجھیں گے جس سے عقیدے کے اعتبار سے کسی بڑی خرابی کا شکار ہو جائیں گے۔

اس اصول کا لحاظ نہ رکھا جائے تو لوگ بات کا غلط مطلب لے کر مشکل میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اسی اصول کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہر شخص کو ہر بات نہیں بتانی چاہئے۔ آج کل ڈیجیٹل مارکیٹنگ میں آگے بڑھنے کے لئے خطیب حضرات نت نئی معلومات لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے معاشرہ بالخصوص نوجوان خرابی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مثلاً آج کے یوٹیوبر خطیب حضرات کا پسندیدہ موضوع مشاجرات صحابہ ہوتا ہے۔ یہ ایسا مشکل موضوع ہے جو علوم اسلامیہ کے متخصصین بھی سمجھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ عام لوگوں کے سامنے بلاضرورت یہ تفصیلات رکھنا ان کو دشواری میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے خطیب حضرات کو تیسیری پہلو اپناتے ہوئے لوگوں کی سمجھ بوجھ کے مطابق اور ان کی عملی زندگی کے مسائل کے حل پر مشتمل بات کرنی چاہئے۔

**۴۔ امام اور مقتداء کے لئے:**

مسجد کا امام لوگوں کا مذہبی مقتداء ہوتا ہے۔ امام مسجد کے مزاج میں یُسر ہو تو وہ لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ حضرت معاذ نے جب عشاء کی نماز میں لوگوں کی امامت کرتے ہوئے سورہ بقرہ کی تلاوت کی تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ معاذ! تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کروگے۔ آپ ﷺ نے ان کو سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الشمس جیسی سورتیں پڑھنے کی تلقین فرمائی[30]۔ ایک روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ، فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ مِنْهُمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالكَبِيرَ[31]

جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کو چاہئے کہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ لوگوں میں کمزور، بزرگ اور بیمار بھی ہوتے ہیں۔

یہ تعلیمات ہمیں درس دیتی ہیں کہ مسجد کے امام کو نماز پڑھاتے وقت لوگوں کی آسانی کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ آج کل ویسے بھی لوگ مسجد کی جانب کم ہی رجحان رکھتے ہیں، اگر امام لمبی نمازیں پڑھانے لگ جائے تو لوگوں کی دلچسپی مزید کم ہو جائے گی۔ اس لئے امام کو چاہئے کہ مسنون مقدار کی قرات پر نماز میں اکتفا کیا کرے۔

قوم کے سیاسی راہنما کے لئے بھی یہی تعلیم ہے کہ وہ اپنی رعایا کو مشکل میں نہ ڈالے۔ نبی کریم ﷺ کا اسوہ یہ ہے کہ آپ ﷺ مشکل حالات میں اپنی ذات اور اپنے اہل بیت کو آگے رکھتے تھے۔ لڑائی میں سب سے مشکل مرحلے میں نبی کریم ﷺ آگے ہوتے تھے۔ غزوہ حنین اور غزوہ احد کے دشوار ترین لمحوں میں آپ ﷺ نے ہی صحابہ کو سنبھالا دیا۔ غزوہ بدر میں آپ ﷺ نے عتبہ کی مبارزت پر اپنے اہل بیت کے افراد کو آگے بھیجا۔ یہ لڑائی کا مشکل ترین مرحلہ تھا کیونکہ لڑائی کا فیصلہ بڑی حد تک اسی مقابلے پر ہوا کرتا تھا۔ اس مشکل کا سامنا کرنے آپ ﷺ نے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت ابو عبیدۃ کو بھیجا۔ یہ تینوں آپ ﷺ کے خاندان کے افراد تھے۔ غزوہ خیبر میں سب سے مضبوط قلعہ فتح کرنے آپ ﷺ نے اپنے اہل بیت کے فرد حضرت علی کو بھیجا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے تو عام لوگوں میں آپ ﷺ نے تقسیم فرمادیئے اور اپنی لاڈلی بیٹی فاطمہ کی فرمائش پر ان کو غلام نہیں دیا بلکہ تسبیحات تلقین فرمائیں۔

نبی کریم ﷺ کے اس طرز عمل میں سیاسی و سماجی مقتداؤں کے لئے اسوہ ہے کہ اپنے کارکن کو مشکل میں ڈالنے سے گریز کریں۔ اقتدار کے حامل افراد اپنے زیر دست افراد کے لئے آسانی پیدا کریں۔ آج کل یہ چلن ہے کہ سیاسی جماعتیں احتجاج اور مارچ کے نام پر اپنے کارکن کو دقت میں ڈالتی ہیں۔ عام طور پر مقتداء آسائش میں رہتا ہے اور غریب کارکن تمام مشکلات جھیلتا ہے۔ یہ طریقہ کار سیرت طیبہ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ بالادست طبقے کو اپنے ماتحت لوگوں کی آسانیوں کے لئے کوششیں کرنی چاہیئے۔

فیکٹری مالکان سمیت ہر ادارے میں آجر کا رویہ ملازمین کے ساتھ یُسر و آسانی والا ہونا چاہیئے۔ ارشاد نبوی ہے کہ اپنے ملازم کو روزانہ ستر دفعہ معاف کیا کرو[32]۔ ستر کا عدد کثرت پر بولا جاتا ہے گویا مطلب یہ ہے کہ اپنے خادم و ملازم کو کثرت کے ساتھ معاف کیا کرو۔ نبی کریم ﷺ کا اپنا طرز عمل یہ تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت کی۔ اس تمام تر دورانیے میں آپ ﷺ نے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمایا۔ ان کو ڈانٹا تک نہیں نہ کسی بات پر بازپرس فرمائی[33]۔

**۵۔ معاشرے کے عام افراد کے لئے:**

معاشرے کا ہر فرد اپنے مزاج میں یُسر پیدا کرے تو معاشرے میں مثبت تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ معمولی سمجھے جانے والے امور سے اس کا آغاز کیا جاسکتا ہے۔ ہر شخص دوسرے کو مسکراتے چہرے کے ساتھ ملے۔ لہجے میں نرمی پیدا کی جائے۔ رویے میں بشاشت ہو۔ اپنے قول و فعل سے دوسروں کے لئے آسانی پیدا کرنے کا التزام کیا جائے۔ دوسروں کے چھوٹے چھوٹے کام کرنے میں دلچسپی رکھی جائے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد اس نوعیت کے مزاج کا حامل ہو تو معاشرہ مضبوط ہوگا۔

**خلاصہ بحث:**

اس تمام تر بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مزاج اقدس میں تیسیری پہلو نمایاں تھا۔ یہ پہلو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے ہر مرحلے میں غالب رہا ہے۔ تشریع، فیصلہ سازی سے لے کر عام میل جول میں یہی آپ ﷺ کا رویہ تیسیری رجحان لئے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ قانون سازی، سماجی زندگی اور روزمرہ کے دیگر معاملات میں یُسر سے کام لیتے تھے۔ امت کو بھی آپ ﷺ نے یہی تلقین فرمائی۔ معاشرے کی تعمیر میں استاذ، مفتی و قانون ساز، امام و خطیب اور بالادست طبقے کا خصوصی کردار ہوتا ہے۔ استاذ و خطیب اپنی نصیحت و ارشاد میں، مفتی اور قانون ساز لوگوں کے شرعی و قانون معاملات کے حل میں اور بالادست طبقہ عام لوگوں کے ساتھ رویہ میں یُسر کا پہلو غالب رکھے تو معاشرے میں مثبت تبدیلیاں لائی جاسکتی ہیں۔

---

**حوالہ جات**

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالاِخْتِلاَفِ فِي الحَرْبِ وَعُقُوبَةِ مَنْ عَصَى إِمَامَهُ، کتاب الجهاد، رقم: 3038

[2] امام ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، باب فی لزوم السنۃ، کتاب السنۃ، رقم الحدیث: 4604

[3] بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، الصحیح، کتاب الجمعہ، باب السواک یوم الجمعہ، ص 215، رقم 887

[4]حوالہ سابق، کتاب الصوم،باب السواک الرطب والیابس للصائم،ص 465

[5]حوالہ سابق، کتاب الایمان،باب الجهاد من الایمان، رقم الحدیث36، ص19

[6]ابوداؤد، السنن، باب فی المضطر الی المیتة، کتاب الاطعمہ، رقم الحدیث3816

[7]الترمذی، محمد بن عیسی، السنن،باب ما جاء فی الرخصة فی لبس الحریر،ابواب اللباس،رقم الحدیث 1722

[8]حوالہ سابق، باب ما جاء فی شد الاسنان بالذهب،ابواب اللباس، رقم الحدیث1770

[9]حوالہ سابق،باب ما جاء فی الارخصة للرعاء،ابواب الحج، رقم الحدیث954

[10]بنوری، محمد یوسف، معارف السنن شرح سنن الترمذی (کراچی: ایم سعید کمپنی، س ن) ص409/6

[11] بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب اذا جامع فی رمضان، رقم ۱۸۳۴

[12]ابوداود، السنن، باب کفارۃ من اتی اھلہ فی رمضان، رقم2391

[13]ابوداود، السنن، کتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالک، الرقم:4419،

[14]ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، السنن، باب تلقین السارق، رقم2597

[1515]سید سابق، فقہ السنۃ، بیروت: المکتبۃ العصریۃ، ص337/2

[16] بخاری، الصحیح،بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالِاخْتِلاَفِ فِي الْحَرْبِ وَعُقُوبَةِ مَنْ عَصَى إِمَامَهُ، کتاب الجہاد، رقم:۳۰۳۸

[17]ترمذی، السنن، رقم1970

[18]حوالہ سابق، رقم1956

[19]بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، بابقول النبي صلى الله عليه وسلم: «أنا اعلمكم بالله». وأن المعرفة فعل القلب، رقم20

[20]القشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح، باب جواز الصوم والفطر، کتاب الصوم، رقم1115

[21]بخاری، الصحیح، باب الوصال، رقم1962

[22]بخاری، الصحیح، باب حق الجسم فی الصوم، رقم1975

[23]نسائی، احمد بن شعیب، السنن الصغریٰ للنسائی (حلب: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، طثانیہ، 1986م) باب مایستحب من تاخیر العشاء، کتاب المواقیت، رقم الحدیث 532

[24]ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری، دار المعرفہ، بیروت: 1379ھ، ص56/11

[25] ابوداؤد: کتاب الأدب،باب كم مرة سلم الرجل فی الاستئذان

[26] بخاری:کتاب الاستئذان باب الاستئذان من اجل البصر

[27] ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، طبیروت: دار المعرفہ، ۱۳۷۹ء۔ ص480/3

[28] بخاری، الصحیح، باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراہیۃ ان لایفھمو، رقم ۱۲۸

[29] حوالہ سابق

[30]بخاری، الصحیح، باب من شکا امامہ، رقم705

[31] حوالہ سابق رقم 703

[32] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، باب ماجاء فی العفو عن الخادم، رقم 1949

[33] بخاری، الصحیح، باب حسن الخلق والسخاء، رقم 6038

## References


1. Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Sahih, The Chapter on What He Hates from Dissent and Dissension in War and the Punishment of Disobedience to His Imam, Kitab al-Jihad, Number: 3038
2. Imam Abu Dawud, Sulaiman bin Ash'ath al-Sajistani, Sunan, chapter on the necessity of Sunnah, Kitab Sunnah, hadith Hadith: 4604
3. Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail Al-Bukhari, Al-Sahih, Kitab Al-Jamaa, Chapter Al-Suwak on Friday, p. 215, Hadith: 887
4. The previous reference, Kitab al-Soom, chapter al-Suwak al-Rutb and Ibs al-Saim, p. 465
5. Reference ex, Kitab al-Iman, Chapter Al-Jihad min al-Iman, Hadith No. 36, p. 19
6. Abu Dawud, Sunan, Chapter Fi al-Mutsur al-Mita, Kitab al-Athama, Hadith No. 3816
7. At-Tirmidhi, Muhammad bin Isa, Sunan, Chapter Ma Jaya fi al-Rakhsa fi Libus al-Harir, Chapters of Dress, Hadith No. 1722
8. Ibid, chapter ma jaya fi shad al-asan in al-zhab, chapter al-Darb, hadith Hadith: 1770
9. Previous reference, Chapter Ma Jaya fi al-Arkhsa for the people, Chapters of Hajj, Hadith No. 954
10. Banuri, Muhammad Yusuf, Ma'arif al-Sunan Sharh Sunan al-Tirmidhi (Karachi: M. Saeed Company, S.N.) p. 6/409
11. Al-Bukhari, Al-Sahih, Kitab al-Soom, Chapter Iza Jami in Ramadan, Hadith: 1834
12. Abu Dawud, Sunan, Chapter Kaffarah Min Ati Ahlah per Ramadan, Hadith: 2391
13. Abu Dawud, Al-Sunan, Kitab al-Hudood, Chapter of the Ruler of Ma'ez bin Malik, al-Riqam: 4419,
14. Ibn Majah, Muhammad Ibn Yazid Al-Qazwini, Sunan, Chapter Taqeen al-Sarq, Hadith: 2597
15. Sayyid al-Aqsi, Fiqh al-Sunnah, Beirut: Al-Muktab al-Asriyyah, p. 337/2
16. Al-Bukhari, Al-Sahih, Chapter What is abhorred from dissension and discord in war and the punishment of disobedience to the Imam, Kitab al-Jihad, Hadith: 3038
17. Tirmidhi, Al-Sunan, Hadith: 1970
18. Ibid, Hadith: 1956
19. Al-Bukhari, Al-Sahih, Kitab al-Iman, Chapter Saying of the Prophet, may God bless him and grant him peace: "I know you with God". And al-Marifah is the act of al-kalb, Hadith: 20
20. Al-Qashiri, Muslim bin Hajjaj, Sahih, Chapter on the Judging of Fasting and Fitr, Kitab al-Soom, Hadith: 1115
21. Al-Bukhari, Al-Sahih, Chapter Al-Wasal, Hadith: 1962
22. Al-Bukhari, Al-Sahih, Chapter Haq al-Jasm fi al-Soom, No. 1975
23. Al-Nasai, Ahmad bin Shuaib, Al-Sunan al-Sughra for Al-Nasai (Aleppo: Maktab al-Maqbatat al-Islamiyya, second edition, 1986).
24. Ibn Hajar, Ahmad Ibn Ali, Fath al-Bari, Dar al-Marifa, Beirut: 1379 AH, p. 56/11
25. Abu Dawud: Kitab al-Adab, Chapter 10
26. Al-Bukhari: Kitab Al-Istizaan Chapter Al-Istizaan min Ajl al-Basr
27. Ibn Hajar Asqalani, Ahmad bin Ali, Fatah al-Bari, Tabirut: Dar al-Marafa, 1379. p. 480/3
28. Al-Bukhari, Al-Sahih, Chapter Man-Khus-B-Il-Im-Qum-Dun-Qum-Karahiyyah-In-La-Yefhamu, Hadith: 128
29. Ibid.
30. Al-Bukhari, Al-Sahih, Chapter Min Shika Imamah, Number 705
31. Ibid, Hadith: 703
32. Al-Tirmidhi, Muhammad bin Isa, Sunan, Chapter Ma Jaya fi al-Afu an al-Khadim, No. 1949
33. Al-Bukhari, Al-Sahih, Chapter Hasan al-Khalq and Generosity, Hadith: 6038